© rasailojaraid.com

بسم اللہ الرحمٰن الرحیم

فکر ونظر

سزائے موت کے خاتمہ کی مجوزہ ترمیم

چند برس قبل جب عالمی میڈیا میں پاکستان کے مستقبل کے بارے میں سنگین خدشات اُبھارے جاتے، ۲۰۱۲ء میں پاکستان کے خاکم بدہن صفحۂ ہستی سے مٹ جانے یا تقسیم ہوجانے یا ۲۰۱۵ء میں امریکہ کے سرکاری نقشہ میں پاکستان کا نام ونشان غائب ہونے کی باتیں کی جاتیں تو یہ اَفواہیں دشمن کی خواہشات اور یک طرفہ پروپیگنڈا کے سوا کچھ نہ دکھائی دیتیں لیکن گذشتہ ایک برس سے وطن عزیز کی بدترین کیفیت اور ہر طرف سے مسائل و مشکلات میں گھری صورتحال کو دیکھ کر واقعتاً اس عظیم عطیہ خداوندی کے بارے میں ذہن میں کئی شکوک وشبہات اور اندیشے گہرے ہونا شروع ہوچکے ہیں۔ بیسویں صدی کے وسط میں اسلام کے نام پر ایک مملکت کا وجود کسی عظیم معجزہ اور خصوصی عنایتِ الٰہی کا اظہار ہے لیکن اس ملک کے ساتھ غیروں کی سازشیں تو رنگ نہ لاسکیں، البتہ اس ملک کے باسیوں کی بدعملیوں اور کوتاہیوں نے اسے ممالک کی صف میں ایک شرمناک مقام ضرور دلا دیا ہے۔

ہرطرف سے سنگین مسائل میں گھرے وطن کو اس کے حکمران کسی المیہ سے نجات دلانے کی خواہش کی بجائے مزید سے مزید تر مصائب ومشکلات میں اُلجھاتے ہی نظر آتے ہیں۔ گذشتہ برس کے انہی دنوں میں لال مسجد میں چہار سو موت کی خاموشی پھیلا دینے والے 'آپریشن سائلنس' سے لے کر 'آپریشن صراطِ مستقیم' تک کتنی ہی رسوائیاں حکمرانوں کے دامن پر موجود ہیں۔صرف ایک سال کے قلیل عرصے میں ایک عظیم مملکت کس طرح 'پاکستان' سے 'مسائلستان' کا روپ دھارتی ہے، اس کا طائرانہ نظارہ بھی چشم کشا اور عبرت آموز ہے۔

مسائل میں گھرے عوام اور بنیادی سہولیات کے لئے سسکتے بلکتے لوگوں کی دادرسی کے لئے کوئی اِقدام کرنے کی حکومت کو کوئی فکر نہیں۔ بدامنی، مہنگائی، بجلی، بے روزگاری اور دین

© rasailojaraid.com

بیزاری جیسی بدترین صورتحال سے نمٹنے کا حکومت کے پاس کوئی وقت نہیں اور محض ۱۰۰ دن گزرنے اور موروثی مسائل کا کہہ کر اپنی ذمہ داری سے جان چھڑا لی جاتی ہے، لیکن اگر ملک کے معصوم عوام 'مسلمانوں' پر قیامت ڈھانے کا کوئی مسئلہ ہو یا اسلام کے خلاف کوئی جارحانہ اقدام پیش نظر ہو تو اس میں حکومت کی جراءتیں اور دلچسپیاں دیدنی ہوتی ہیں۔ حکمرانوں کا یہی رویہ اس ملک کے لئے پہلے بھی سنگین آزمائش بنا رہا ہے اور اب بھی اسے مزید ناکامیوں سے دوچار کرنے کا سبب ٹھہرے گا۔ کاش! ہمارے حکمران ہوش کے ناخن لیں اور ربّ ِکریم کو ناراض کرکے اپنی ناکامی ونامرادی کو خود ہی دعوت نہ دیں۔

پاکستان میں دو برس قبل جس طرح حدود قوانین میں تبدیلی کے لئے مجنونانہ میڈیا مہم بروے کار لائی گئی تھی، اور اس کے نتیجے میں ایسا ظالمانہ قانون ملک میں نافذ کردیا گیا تھا جو ملک کے اسلامی تشخص پر آج بھی کلنک کا ایک ٹیکہ ہے، اسی طرح گذشتہ ایک ماہ سے پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت نے مغربی دباؤ اور پروپیگنڈے سے متاثر ہوکر سزاے موت کے خاتمے کی بھی کوشش شروع کررکھی ہے اور وفاقی کابینہ نے اس سزا کو ختم کرنے کی منظوری دیتے ہوئے ایوانِ صدر میں مسودہ بھیج دیا ہے۔

یہ قانون جہاں پاکستان میں نافذ موت کی ۲۶ سزاؤں میں تبدیلی کا موجب ٹھہرے گا، وہاں اس کے ذریعے پاکستان میں نافذ العمل قصاص ودیت کے اسلامی قوانین میں بھی غیر شرعی تبدیلی واقع ہوگی۔ مزید براں توہین رسالت کا قانون بھی عملاً غیر مؤثر ہوکر رہ جائے گا، جس کے خاتمے کے لئے مغرب عرصۂ دراز سے پاکستان پر دباؤ ڈال رہا ہے۔

یاد رہے کہ پیپلز پارٹی کی سرگرم رکن اور موجودہ وفاقی وزیر اطلاعات شیری رحمٰن نے حدود اللہ میں ترمیم کو بھی اپنا 'سنہرا کارنامہ' قرار دیا تھا اور موجودہ رسوا کن تبدیلی کے سلسلے میں بھی اسی کابینہ کا نام لیا جارہا ہے۔ اللہ کے قانون سے کھیلنا اور اس پر اِترانا اللہ کے عذاب کو دعوت دینے کے مترادف ہے اور مسلمانی کا دعویٰ کرنیوالے نامعلوم یہ جرات کہاں سے حاصل کرلیتے ہیں کہ دل میں کسی ملال وپریشانی کے بجائے اپنے سیاہ کارناموں پر فخر بھی کرنا شروع کردیں۔

'سزائے موت کا خاتمہ' انسانی حقوق کی مغربی تنظیموں کا پرانا مطالبہ اور اس گھسے پٹے تصور

© rasailojaraid.com

کی بازگشت ہے کہ ''تہذیب وتمدن کے موجودہ دور میں ایسی سزائیں وحشیانہ، ظالمانہ اور انسانی عزوشرف کے منافی ہیں۔ ایک انسان مر گیا لیکن اس کے بدلے ایک جیتے جاگتے انسان کو جینے کے حق سے محروم کردینا انسانیت کی توہین ہے۔اس موقف کے علم برداروں کی یہ جدوجہد ہے کہ دنیا بھر کے دساتیر سے سزائے موت کے قانون کو نکال کر اسے منسوخ و کالعدم کردیا جائے تاکہ معاشرے میں متحارب فریقوں کے انتقامی جذبات کوٹھنڈا کرکے امن وآشتی اور مصالحت ومفاہمت کا ماحول پیدا کرنے میں مدد مل سکے۔''

'سزائے موت کے خاتمے' کے پس پردہ مغرب کے 'خود ساختہ انسانی حقوق' کی تنظیمیں، یورپی یونین کے ممالک اور خود اقوامِ متحدہ ہے جس کی جنرل اسمبلی کی ایک قرارداد کہ سزائے موت کو دنیا بھر سے ختم ہونا چاہئے، پر گذشتہ سال رکن ممالک کی اکثریت نے دستخط کئے تھے۔ کئی سالوں سے مختلف ممالک میں اس سزا کے خاتمے کے لئے مغربی ادارے کانفرنسیں اور سیمینارز منعقد کرا رہے ہیں اور گذشتہ برس ۱۰/اکتوبر ۲۰۰۷ء کو اقوامِ متحدہ کی طرف سے عالمی سطح پر سزائے موت کے خاتمے کے دن کے طور پر بھی منایا گیا ہے۔

جماعتِ اسلامی کے نائب امیر سید منور حسن نے سزائے موت کی تبدیلی پر اپنے ایک مذمتی بیان میں یہ قرار دیا ہے کہ ''اس سزا کے خاتمے سے دراصل توہین رسالت جیسے سنگین جرم کی سزا کو معطل کیا جانا مقصود ہے۔ اور حکمران طبقہ اللہ اور اس کے رسول ﷺ کو ناراض کرکے مغربی آقاؤں کی خوشنودی حاصل کرنا چاہتا ہے۔'' (روزنامہ جنگ: ۵/جولائی ۲۰۰۸ء)

قانونِ سزائے موت کے سلسلے میں عملی صورتحال یہ ہے کہ فی الوقت دنیا کے ۹۰ ممالک میں موت کی سزا ختم کی جاچکی ہے جبکہ ٦٦ کے قریب ممالک میں تاحال یہ سزا برقرار ہے جن میں امریکہ اور چین سرفہرست ہیں۔ عراقی حکومت نے بھی سزائے موت کو تبدیل کردیا تھا لیکن طرفہ تماشا دیکھئے کہ صدام حسین کی پھانسی سے چند روز قبل سزائے موت کے قانون کا دوبارہ اِجرا کیا گیا اور بعد میں پھر اس کو معطل کردیا گیا۔

اقوامِ متحدہ کے انسانی حقوق کے ادارے 'ایمنسٹی انٹرنیشنل' کے مطابق ''گذشتہ سال چین میں سزائے موت کے سب سے زیادہ یعنی ۸ ہزار واقعات رونما ہوئے ہیں۔ اور اس وقت پانچ

© rasailojaraid.com

ممالک میں سب سے زیادہ مجرم سزاے موت کے قانون کا نشانہ بن رہے ہیں، جن کے نام بالترتیب یہ ہیں: چین، ایران، سعودی عرب، پاکستان اور امریکہ“

پاکستان میں گذشتہ سال ۱۲۶/ اَفراد کو سزاے موت دی گئی اور اس وقت ملک کی مختلف جیلوں میں ۷ ہزار کے لگ بھگ قیدی کال کوٹھری میں سزاے موت کے منتظر ہیں۔ پاکستان میں عاصمہ جہانگیر کا 'انسانی حقوق کمیشن' اپنے مغربی آقاؤں کی سرپرستی میں کئی سالوں سے موت کی سزا کے خاتمے کی تحریک چلا رہا ہے۔ اس قانون میں موجودہ تبدیلی کا فوری محرک بھارت کے ایک قیدی کشمیر سنگھ کی سزاے موت معاف کرنے کی اپیل ہے جو صدر کی خدمت میں پیش کی گئی ہے۔ سزاے موت کے قانون میں موجودہ تبدیلی کو ملک میں اسی حقوق کمیشن نے سراہا ہے، جبکہ دیگر قانونی، سیاسی، معاشرتی اور اسلامی حلقے اس خلافِ شریعت تبدیلی پر سراپا احتجاج ہیں۔

انسانی حقوق کمیشن نے موت کی سزا کے سلسلے میں ایک رپورٹ میں یہ دعویٰ کیا ہے کہ

> ”توہین رسالت واحد ایسا قانون ہے جس کی لازمی سزا موت ہے، علاوہ ازیں ملک میں 'قانونِ قصاص ودیت' کی بنا پر بھی سزاے موت کے واقعات میں کافی تیزی آئی ہے۔ کمیشن نے عدالتِ عظمیٰ پر بھی یہ الزام عائد کیا ہے کہ ۲۰۰۳ء میں سپریم کورٹ نے اپنے ایک فیصلے میں جرم قتل کی سزا میں سزاے موت کی تلقین کرکے اس کو مزید رواج دیا ہے۔“

سیاسی صورتحال

اس سے قبل ۲۰۰۰ء میں ۱۸ سال سے کم عمر مجرموں کی سزاے موت کو ممنوع قرار دیا گیا تھا جس کے خلاف ہائی کورٹ میں اپیل زیر سماعت ہے، البتہ سزاے موت کو عمر قید میں تبدیل کرنے کی تازہ تبدیلی کا محرک وزارتِ داخلہ کی ایک سفارش ہے، جسے مشرف کے دورِ آمریت میں اہم عہدوں پر کام کرنے والے سیکرٹری سید کمال شاہ کے دستخطوں سے وزیراعظم سیکرٹریٹ کو بھیجا گیا ہے۔ یاد رہے کہ وزارتِ عظمیٰ کے بعد اہم ترین وزارتِ داخلہ کا قلم دان بھی تاحال پیپلز پارٹی یا مسلم لیگ کے کسی رکن کو سونپنے کی بجائے صدر مشرف کے بااعتماد ساتھی رحمٰن ملک کے ہی سپرد ہے جو مشیر کے منصب سے ہی اس وزارت کے تمام معاملات چلا رہے ہیں۔

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

پرویز مشرف رحمٰن ملک کی کارکردگی سے انتہائی مطمئن ہیں اور ان کا اس اہم ذمہ داری کو ادا کرنا پرویز مشرف کی پیپلز پارٹی سے اسی مفاہمت کا نتیجہ ہے جس کا خمیازہ متعدد سیاسی معاملات میں قوم بھگت رہی ہے۔

وزارتِ داخلہ کی یہ سمری وفاقی کابینہ کے سامنے پیش کی گئی جہاں سے قانونی مشاورت کے لئے اسے وزارتِ قانون میں بھیج دیا گیا۔ وزارتِ قانون نے اس تبدیلی کی شدید مخالفت کرتے ہوئے اسے پاکستان کے قانونی ڈھانچے، عدالتِ عظمیٰ کے فیصلوں اور اسلامی شریعت کی خلاف ورزی قرار دیتے ہوئے نظرانداز کردینے کی ہدایت کی لیکن وزارتِ قانون کے مشورہ کو قبول کرنے کی بجائے وفاقی کابینہ نے ۲۱/جون کو بے نظیر بھٹو کے یومِ ولادت کے موقع پر قوم کو خوش خبری دینے کے بہانے سزائے موت کے قانون میں ہی تبدیلی کردی جس کے نتیجے میں ملک بھر میں موجود ۷ ہزار کے قریب سزائے موت پانے والے مجرموں کی سزا عمر قید میں تبدیل ہوگئی اور اس مسودہ کو دستخط کے لئے ایوانِ صدر بھیج دیا گیا۔

یاد رہے کہ وفاقی کابینہ کے ترجمان سے اس سلسلے میں جب رابطہ کیا گیا تو اُنہوں نے کہا کہ بدھ ۳/جولائی کو کابینہ کے کراچی اجلاس میں سزائے موت کی تبدیلی کا مسئلہ زیر بحث ہی نہیں آیا اور کابینہ نے اس سلسلے میں کوئی فیصلہ نہیں کیا، جب کہ وزیراعظم سیکرٹریٹ نے اس مسئلہ کو وفاقی کابینہ کے فیصلہ کا نتیجہ قرار دیا ہے۔ (جنگ: ۶/جولائی)

وفاقی کابینہ کے ترجمان کے اس بیان سے یہی معلوم ہوتا ہے کہ سزائے موت کے قانون میں حالیہ تبدیلی کابینہ کو اعتماد میں لینے کی بجائے درحقیقت پرویز مشرف کے اشاروں پر ہورہی ہے کیونکہ اس کے دیگر کردار مثلاً سید کمال شاہ اور رحمٰن ملک اُنہی کے گرد ہی گھومتے ہیں، اور مشرف اپنے مغربی سرپرستوں کو خوش کرنے کے لئے پیپلز پارٹی کی حکومت کو بھی استعمال کررہے ہیں، البتہ وزیراعظم سید یوسف رضا گیلانی کی زبان سے ۲۱/ جون کے موقعہ پر یہ اعلان کرنے کی بنا پر پیپلز پارٹی کی موجودہ حکومت اس کی ذمہ داری سے بری نہیں ہوسکتی۔

ایک طرح ایوانِ صدر اور حکومت کی تو یہ صورتحال ہے، ان حالات میں عدالتی نظام اور دستوری تقاضوں کو برقرار رکھنے کے لئے عدالتِ عظمیٰ کو ازخود حرکت میں آنا پڑا اور مؤرخہ

www.KitaboSunnat.com

© rasailojaraid.com

٦؍جولائی کو سپریم کورٹ کے چیف جسٹس عبد الحمید ڈوگر نے اس اہم قانون میں پارلیمنٹ سے بالا ہی بالا تبدیلی کی خبر پر از خود نوٹس لیتے ہوئے متعلقہ اداروں کو مؤرخہ ١٤؍جولائی کو عدالت میں پیش ہونے کا حکم صادر کر دیا ہے۔ فاضل عدلیہ کے یہی ایسے رویے ہیں جن کی بنا پر ایوانِ صدر کو ان کا کردار محدود کرنے اور از خود نوٹس لینے کے اختیارات کے خاتمے وغیرہ کی قانونی ترامیم کئے بنا کوئی چارہ نہیں رہتا......!!

قانونی جائزہ

سزائے موت کے قانون میں تبدیلی کے پس منظر، مقصد و ہدف اور تازہ ترین صورتحال کے ایک مختصر جائزے کے بعد اس مسئلہ کی قانونی صورتحال ملاحظہ ہو:

پاکستان کا مقصدِ وجود ہی اسلام کو زندگی کے ہر میدان میں نافذ کرنا تھا، وگرنہ عبادات اور ذاتی زندگی کی حد تک تو مسلمان متحدہ ہندوستان میں بھی اسلام پر عمل کیا کرتے تھے اور آج بھی کر رہے ہیں۔ پاکستان کا بنیادی مقصد انفرادی اور اجتماعی زندگی کو اسلامی احکامات کی روشنی میں بسر کرنا ہے۔ اسی بنا پر آزادی کے فوری بعد انڈیا نے تو اپنے آپ کو ایک سیکولر ملک قرار دیا، جبکہ پاکستان میں ذاتِ الٰہی کو اقتدارِ اعلیٰ کا سرچشمہ قرار دیا گیا۔ بعد ازاں دستورِ پاکستان کے آرٹیکل ٢ میں اسلام کو پاکستان کا سرکاری مذہب قرار دیا گیا اور ٢؍اے میں کتاب وسنت کو پاکستانی آئین کی بنیاد بنایا گیا۔

دستورِ پاکستان ١٩٧٣ء کی شق نمبر ٢٢٧؍اے میں اس عزم کا اظہار کیا گیا کہ

> ''تمام موجودہ قوانین کو اسلام کے احکام...... جیسے کہ وہ قرآنِ حکیم اور سنتِ رسول میں بیان ہوئے ہیں...... کے مطابق بنایا جائے گا۔ دستور میں جس طرح اسلام کے احکام کا حوالہ دیا گیا ہے، ایسا قانون نہیں بنایا جائے گا جو اسلام سے متصادم ہو۔''

قرآن وسنت کی برتری کو اس طرح بھی یقینی بنایا گیا ہے کہ تمام اہم قومی عہدیداروں سے ان کے حلف نامے میں اسلام کے تحفظ کا وعدہ لیا گیا جس کا پاکستان کا ہر صدر، وزیر اعظم، وفاقی وزرا، سپیکر، ڈپٹی سپیکر، چیئرمین سینٹ، صوبائی گورنرز اور جملہ اراکینِ اسمبلی وسینٹ اپنے عہدہ کے آغاز میں اقرار کرتے ہیں۔ دستور کے شیڈول ٣ میں اس حلف کے الفاظ ہیں کہ

© rasailojaraid.com

''میں حلف اُٹھاتا ہوں کہ میں اسلامی نظریہ کے تحفظ کی ضرور بھرپور جدوجہد کروں گا جو کہ قیامِ پاکستان کی بنیاد ہے۔''

مزید برآں آرٹیکل ۱۹ میں آزادئ اظہار کے بنیادی حق کو بھی عظمتِ اسلام کے تابع قرار دیا گیا ہے، ایسے ہی سپریم کورٹ کے بعض فیصلوں مثلاً ظہیر الدین کیس ۱۹۹۳ء وغیرہ میں کتاب وسنت کو بالاتر قانون قرار دیتے ہوئے تمام انسانی حقوق کو بھی اسلامی حدود وتصورات کے تابع رکھا گیا ہے۔ آئین کے انہی اسلامی تقاضوں کے پیش نظر پاکستان میں وفاقی شرعی عدالت، اسلامی نظریاتی کونسل اور متعدد اسلامی قوانین مثلاً حدود قوانین، قانونِ توہین رسالت اور قانونِ قصاص ودیت وغیرہ کو اسلام کی بنا پر مدوّن کرکے ملکی قانون کا حصہ بنایا گیا ہے۔

اسلام کے حوالے سے ان مذکورہ بالا آئینی تقاضوں کو مدنظر رکھتے ہوئے سزاے موت کے خاتمے کی موجودہ ترمیم کو اگر دیکھا جائے تو یہ ترمیم سراسر خلافِ اسلام نظر آتی ہے، کیونکہ اسلام میں نصف درجن سے زائد جرائم پر موت کی سزا موجود ہے اور خود یہ سزائیں دربارِ نبویؐ سے صادر ہوئی ہیں جیسا کہ اس کی مستند تفصیلات ایک مستقل مضمون میں پیش کردی گئی ہیں۔ چنانچہ اس بنیاد پر اُصولی طور پر ہی یہ ترمیم خلافِ اسلام ہونے کے ناطے قابل استرداد ہے!

جہاں تک پاکستان میں رائج قوانین کی بات ہے تو اس کی رو سے بھی مختلف جرائم پر موت کی سزا رکھی گئی ہے اور ایسے جرائم کی تعداد ۲۶ کے لگ بھگ ہے مثلاً بغاوت، آئین توڑنا، اور منشیات استعمال کرنا وغیرہ۔ علاوہ ازیں جو اسلامی قوانین ملک میں نافذ ہیں ، ان کے اعتبار سے بھی دیکھا جائے تو مندرجہ ذیل تین اسلامی قوانین میں موت کی سزا مقرر کی گئی ہے:

۱۔ قانون توہین رسالت (مجموعہ تعزیرات پاکستان: دفعہ ۲۹۵ سی)

۲۔ قانون قصاص ودیت (مجموعہ تعزیرات پاکستان: دفعہ ۳۰۲ ب)

۳۔ حدود قوانین میں سزاے رجم (قانونِ حد زنا ۱۹۷۹ء: دفعہ ۵ ب)

مندرجہ بالا اعتبارات سے دیکھا جائے تو موجودہ ترمیم کئی پہلوؤں سے ناقابل قبول اور ملک کے بنیادی قانونی ڈھانچے سے متصادم ہے۔

یہاں یہ سوال پیدا ہوتا ہے کہ وزارتِ داخلہ کا موجودہ اقدام اور وفاقی کابینہ کا مبینہ طور پر

© rasailojaraid.com

اسے ایوانِ صدر بھیجنا کیا اس قانون میں ترمیم کے لئے اُصولی طور پر کافی ہے یا نہیں؟ اس سلسلے میں واضح رہنا چاہئے کہ صدر کو آئین کا آرٹیکل نمبر ۴۵ یہ حق دیتا ہے کہ وہ کسی بھی عدالت، ٹربیونل یا اتھارٹی کی طرف سے کسی فرد کی سزا میں تبدیلی کرسکیں جبکہ ایسا کرنا عوامی مفاد میں ہو۔ صدر کا یہ اختیار اُن ۲۳ جرائم کی سزاؤں کی حد تک تو کسی معینہ مجرم کے لئے معتبر قرار دیا جاسکتا ہے، البتہ جہاں تک اسلامی قوانین مثلاً حدود، قصاص اور توہین رسالتؐ کے قوانین کا تعلق ہے تو ان میں معافی کا یہ حق قانونی طور پر صدر کو بھی حاصل نہیں اور اس کی وجہ یہ ہے کہ یہ سزائیں اللہ تعالیٰ کی طے کردہ ہیں، جن میں تبدیلی کا اختیار سید المرسلین ﷺ کے پاس بھی نہیں ہے، کجا یہ کہ ان کا کوئی ادنیٰ اُمتی ان سزاؤں میں ترمیم یا تخفیف کرسکے۔ اس سلسلے میں بنومخزوم کی ایک چور عورت کا واقعہ ذہن میں رہنا چاہئے جس کے بارے میں حضرت اسامہ معافی کی درخواست لے کر نبی کریم ﷺ کی خدمت میں گئے اور آپ نے اس عورت کو معاف کرنے کی بجائے یہ تاریخ ساز جملہ ارشاد فرمایا تھا کہ

«أتشفع في حد من حدود الله . لو أن فاطمة بنت محمد سرقت لقطع محمد يدها» (صحیح بخاری: رقم ۶۷۸۸)

''کیا تم حدود اللہ کے بارے میں سفارش کرتے ہو؟ اگر (میری بیٹی) فاطمہ بنتِ محمدؐ بھی چوری کرتی تو محمد ﷺ اس کا بھی ہاتھ کاٹ دیتے۔''

مندرجہ بالا تفصیل سے معلوم ہوتا ہے کہ صدر موصوف بالفرض اس قانون کی منظوری پر دستخط ثبت کربھی دیں، تب بھی ان اسلامی سزاؤں میں ترمیم نہیں ہوسکتی کیونکہ انہیں اس کا اختیار قانونی طور پر سرے سے حاصل ہی نہیں جیسا کہ قانونِ حد زنا ۱۹۷۹ء کی دفعہ ۲۰ کی شق ۵ اُنہیں اس کا اختیار نہ ہونے کے بارے میں بالکل واضح ہے۔

یہی سوال سپریم کورٹ کے سامنے ۱۹۹۲ء میں اُٹھایا گیا تو فاضل عدالت نے یہ قرار دیا کہ صدر کو حدود اور قصاص کی سزاؤں میں معافی کا کوئی اختیار نہیں، صدر کو یہ اختیار صرف اس وقت ہے جب موت کی سزا بطورِ تعزیر دی گئی ہو اور متعلقہ مجرم کے لئے اس سزا کا ختم کرنا عوامی مفاد میں ہو۔ (سکینہ بی بی بنام وفاق پاکستان، پی ایل ڈی ۱۹۹۲ء، لاہور ۹۹)

© rasailojaraid.com

مندرجہ بالا قانونی توجیہ اور مقدمے کا حوالہ وفاقی وزارتِ قانون کے اس جواب سے ماخوذ ہے جو وفاقی کابینہ کی خدمت میں بھیجا گیا تھا اور اس مراسلہ کی تفصیلات سے روزنامہ جنگ نے مؤرخہ ۶/ جولائی کے اِداریے میں پردہ اُٹھایا ہے۔

اس تفصیل سے پتہ چلتا ہے کہ موت کی سزا کا خاتمہ مغربی قوتوں کے دباؤ اور انسانی حقوق کے مغربی تصور کا نتیجہ ہے جس میں اسلام کے تصورِ جرم اور احکامات کو نظر انداز کرتے ہوئے مجرم سے نرم سلوک کر کے معاشرے میں بھائی چارہ پیدا کرنے کی فرضی کوشش بروئے کار لائی جارہی ہے۔ یہ ترمیم مشرف کے کارندوں کے ذریعے عمل میں لائی جارہی ہے جس میں وزیر اعظم غالباً اسی سیاسی مفاہمت کی بنا پر شریک ہیں جو پیپلز پارٹی اور پرویز مشرف کے مابین پروان چڑھ رہی ہے۔

حالیہ مجوزہ ترمیم سے جہاں ملک کے قانونی ڈھانچے کے شدید متاثر ہونے کا خدشہ ہے، وہاں اس ترمیم میں دراصل رہے سہے اسلامی قوانین کو غیر مؤثر کرنے کی کوشش بھی کارفرما ہے۔ قانونی پہلو سے اس ترمیم کے غیر مقبول ہونے کی بنیاد بھی آخر کار اللہ کے دیے ہوئے قوانین اور نبی کریم ﷺ کے فرامین مبارکہ ہی ہیں جس کی تفصیل مستقل مضمون میں پیش کی گئی ہے۔ حکومتِ وقت کو اپنی ذمہ داری نبھانے، عوام کو ریلیف دینے یا ملک کو مشکلات سے نکالنے کے کسی ٹھوس اقدام کی توفیق ہے اور نہ ہی فرصت، لیکن اسلام اور مسلمانوں کے خلاف کسی اقدام کے لئے اس پریشانی و آزمائش کے دور میں بھی حکومت پرویز مشرف کی قیادت میں یکسو ہے۔ مسلمانانِ پاکستان کو چاہیے کہ اس سلسلہ میں عدالتِ عظمیٰ کا بھرپور ساتھ دیتے ہوئے اپنا مکمل احتجاج ریکارڈ کرائیں تاکہ حدود قوانین کی طرح ملک میں رہے سہے اسلامی قوانین بھی غیر مؤثر ہو کر نہ رہ جائیں۔ دینی جماعتوں اور تحریکوں کو یہ مسئلہ بھی اپنے ترجیحی ایجنڈے میں شامل کرنا چاہیے کہ یہ ان کے مقصدِ وجود کا بنیادی تقاضا ہے اور ان کی بنیادی اور منصبی ذمہ داری بھی!

(حافظ حسن مدنی)

www.KitaboSunnat.com